R. No. 21…
Regd. No. 1…
انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

جلد ۲۳ - شمارہ ۵	ایڈیٹر - آل احمد سرور	یکم فروری ۱۹۶۴ء

اداریہ

ذرا آہستہ لے چل کاروانِ کیف و مستی کو

(ہندی کے نادان دوستوں سے ایک اپیل)

پارلیمنٹ کے اگلے اجلاس کا افتتاح صدر جمہوریہ کی تقریر سے ہوگا۔ گذشتہ سال اس موقع پر جو ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے وہ ہمارے ملک کے لئے نہایت تکلیف دہ تھے۔ صدر جمہوریہ کے بلند درجے کو ملحوظ رکھنا اور اُن کی تقریر کو عزت و احترام کے ساتھ سُننا سبھی کا فرض ہے، مگر ہندی کے کچھ نادان دوستوں نے اس موقع پر جو مظاہرہ کیا وہ نہ ملک کے شایانِ شان تھا، نہ پارلیمنٹ کے، نہ ہندی زبان کے۔ دیکھئے اب کے کیا ہوتا ہے۔ امید ہے کہ کوئی نامناسب بات نہ ہونے پائے گی۔

پچھلے سال اُتر پردیش کے گورنر کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی سلوک ہوا۔ گورنر صاحب اڑیسہ کے رہنے والے ہیں۔ اگر وہ اڑیا میں تقریر کرتے تو یہ بے معنی بات ہوتی۔ اُتر پردیش میں اڑیا کون سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انگریزی میں تقریر بہت سے لوگ سمجھتے ہیں اور ہندی ترجمہ بھی اس کے فوراً بعد ہو جاتا ہے، اس طرح ہندی کی پوزیشن کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔

حال ہی میں مدراس میں ڈی۔ ایم۔ کے کے ایک ممبر نے ہندی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اپنے کپڑوں میں آگ لگا کر جان دے دی۔ احتجاج کا یہ طریقہ یقیناً نامناسب ہے، مگر اس سے یہ تو ظاہر ہو گیا کہ ہندی کو مخالفت کے باوجود رائج کرنے کے خلاف جذبہ کہاں تک جا سکتا ہے۔

ہم ہندی کے سب دوستوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ تنگ نظری اور کٹرپن کا مظاہرہ کر کے ہندی کی پوزیشن کو نقصان نہ پہنچائیں۔ ان باتوں سے ہندی کی کوئی خدمت نہیں ہوتی۔ ہاں اس کے خلاف ایک لہر ضرور پیدا ہوتی ہے۔ ہماری جمہوریت میں اکثریت تک کو یہ حق نہیں کہ جو چاہے کرے۔ اسے اقلیتوں کو ساتھ لینا چاہئے اور اقلیتوں کے جذبات کا احترام کرنا چاہئے۔ ملک میں ہندی داں آبادی بہرحال اکثریت میں نہیں ہے اس لئے ہندی کی ترقی اُسی صورت میں ہو سکتی ہے اور اُسی صورت میں وہ صحیح معنی میں راشٹر بھاشا بن سکتی ہے جب رائے عامہ اس کے حق میں ہو جائے اور کسی حلقے سے اس کی مخالفت نہ ہو اور کسی قومی زبان کے حامی یہ محسوس نہ کریں کہ اُن کا حق مارا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ مختلف وجوہ کی بنا پر اب یہ طے ہو گیا ہے کہ مرکز میں انگریزی کی جگہ ہندی کو ملے، یہ ٹھیک ہی ہوا۔ لیکن یہ عمل بھی آہستہ آہستہ اور سب کی مرضی سے ہونا چاہئے اور اس سلسلے میں خواہ مخواہ عجلت نہیں کرنا چاہئے۔ قومی یک جہتی کا مطالبہ یہ ہے کہ ہندی کے پریمی، ایک طرف ہندی کو آسان اور سب کے لئے قابلِ قبول بنائیں، دوسری طرف دوسری قومی زبانوں کے حقوق کا پاس رکھیں اور تیسری طرف انگریزی کے خلاف اس طرح محاذ قایم نہ کریں کہ اس زبان کے ذریعے اب تک عالمی میلانات سے جو ہمارا رشتہ رہا ہے وہ کمزور پڑ جائے۔ ہندی ہی انگریزی کی جگہ لے سکتی ہے،

اس اشاعت میں

گر صدر جمہوریہ کو انگریزی میں خطاب کرنے میں سہولت ہے تو ہندیا کے کچھ نادان دوست اسے ہندی کی توہین کیوں سمجھیں۔ مدارس میں اگر ہندی کی مخالفت ہے تو اس کے اسباب پر غور کرنا چاہیے اور ہمدردی اور محبت سے اپنا کیس پیش کرنا چاہیے۔ جن لوگوں میں خوئے دلنوازی نہیں ہوتی وہ اپنے دوست کھو دیتے ہیں۔ جن میں یہ صفت ہوتی ہے وہ دشمن کو بھی دوست بنا لیتے ہیں۔

سیر بین

آل انڈیا ریڈیو سے ۳۰ دسمبر کو لال قلعے کے ۲۴ دسمبر کے مشاعرے کا کچھ حصہ نشر ہوا۔ خیر شعرا کا کلام تو جیسا بھی تھا اس کے متعلق ہمیں یہاں کچھ کہنا نہیں ہے، ہاں جو صاحب شریک شعرا کا تذکرہ کرتے ہوئے بار بار یہ ارشاد فرماتے تھے کہ "اس کے بعد... صاحب نے نظم فرمائی"، اُن سے یہ عرض کرنا ہے کہ نظم فرمائی نہیں جاتی، پڑھی جاتی ہے۔ انھوں نے لفظ محظوظ کی بھی اس طرح تکرار کی کہ طبیعت پہ خط ہونے لگی۔ خدا جانے ریڈیو والے ایسے لوگوں سے شعرا کا تعارف کیوں کراتے ہیں جو سیدھی سی بات بھی صحت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے۔

آپ نے وہ مثل سُنی ہوگی کہ کوّا کان لے گیا۔ اب لوگ بس کوّے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ معاملے کو سمجھنے کی کوشش کوئی نہیں کرتا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حال میں گیا میں پیش آیا۔ ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ لڑکیوں کے ایک اسکول کا انتساب انجمن ترقی اردو کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ حکومت انجمن کو ایک فرقہ وارانہ جماعت سمجھتی ہے اور انجمن سے تعلق کی وجہ سے اسکول کو نقصان پہنچ جائے گا۔

خیر یہ صاحب تو پہنچے ہوئے ہیں ہی۔ غالباً حکومت سے ان کو براہ راست کوئی اطلاع ملی ہوگی کہ انجمن فرقہ وارانہ جماعت ہے۔ بس انھوں نے فوراً مان لیا اور یہ بھی سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ اس خبر میں کوئی صداقت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ان صاحب کو شاید یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ انجمن کے صدر پنڈت ہردے ناتھ کنزرو ہیں جن کا قومی زندگی میں بہت بلند مقام ہے۔ نہ انھوں نے پنڈت سندر لال اور ڈاکٹر عابد حسین کے نام سنے ہیں جو انجمن کے نائب صدر ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ان سب حضرات کو فرقہ پرست سمجھتے ہوں۔ انھیں شاید یہ بھی خبر نہ ہو کہ انجمن کی مجلس عاملہ کے ممبروں میں ڈاکٹر تارا چند، پنڈت آنند نرائن مُلّا، گوپی ناتھ امن، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر گیان چند جیسے حضرات بھی شامل ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ڈاکٹر ذاکر حسین، سجاد ظہیر، حیات اللہ انصاری، آل احمد سرور کو بھی فرقہ پرست سمجھتے ہوں، ممکن ہے انھوں نے یہ بھی سُنا ہو کہ انجمن کو حکومت ہند ایک گراں قدر امداد دیتی ہے۔ پھر تو حکومت بھی فرقہ پرست ہوئی۔

خیر یہ صاحب تو کوئی بہت ہی بھولے بھالے، معصوم آدمی معلوم ہوتے ہیں اور حکومت کے عتاب سے بہت ڈرتے ہیں، لیکن جس جلسے میں انھوں نے یہ "اینٹ پھینکی تھی" وہاں بھی ایک ایسا پہنچا ہوا آدمی موجود تھا۔ اب اس پر خطوط کا تانتا بندھ گیا ہے۔ مرکزی انجمن سے صورت حال دریافت کی جا رہی ہے۔ اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ پورے معاملے پر روشنی ڈالی جائے ورنہ سخت غلط فہمی کا امکان ہے۔

خدا جانے ان لوگوں کو ہو کیا گیا ہے۔ ارے بھائی، ایک صاحب نے نادانی میں ایک بے تُکی اور بے بنیاد بات کہہ دی۔ انھیں وہیں سمجھا دیتے کہ ارے میاں کیوں بے پر کی اُڑاتے ہو۔ اسکول کی مدد نہیں کرنا چاہتے، مت کرو۔ بہانے کیوں تراشتے ہو۔ مگر یاروں کو ایک شگوفہ ہاتھ آگیا ہے۔ اخبار "لال مرچ" نے خوب نمک مرچ لگا کر اس واقعے کو بیان کیا ہے۔ لو صاحب، انجمن والے اب سب کام چھوڑ کر اپنی "غیر فرقہ واریت" کا ثبوت دیتے پھریں۔ آج تو ایک صاحب نے یہ بات کہی ہے، کل کو کوئی پٹواری یا نائب تحصیلدار بھی کہنے لگے گا۔ انجمن کی تاریخ، اُس کا کردار، اُس کا عمل سارے ملک کے سامنے ہے، کسی کی بے پر کی ہانکنے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اور انجمن کے ہمدردوں اور حامیوں کو اثر لینا بھی نہیں چاہیے۔ اپنے کام میں مصروف رہنا چاہیے۔

یوم جمہوریت پر بزم سخن

یوم جمہوریت کے موقعے پر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک مخصوص بزم سخن ہوئی جس کی صدارت پروفیسر آل احمد سرور نے کی۔

ڈاکٹر منیب الرحمٰن، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی، مسعود علی ذوقی، وحید اختر، معصوم رضا راہی، روبینہ بیگم، شہریار، شوریدہ کشمیری اور دوسرے شعرا نے اپنا کلام سنایا۔

۸، ۹ فروری ۱۹۶۴ء کو شعبۂ اردو کے زیر اہتمام تنقید پر ایک سیمینار ہو رہا ہے جس کا افتتاح پروفیسر ہمایوں کبیر فرما رہے ہیں اور جس میں علی گڑھ کے اساتذہ کے علاوہ پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر اختر اورینوی، ڈاکٹر ناگیندر، ڈاکٹر ملک راج آنند اور دوسرے ممتاز ادیب حصہ لے رہے ہیں۔

سلطان اشرف

اُردو کے کچھ قدیم اخبار و رسائل

نغمۂ بہار لکھنؤ

اس رسالہ کی صرف ایک کاپی فروغ ادب لائبریری میں محفوظ ہے جو ۱۵ جنوری ۱۸۸۸ء کی ہے اور جس پر جلد ۲ شمارہ ۸ پڑا ہوا ہے۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق یہ رسالہ بھی طرحی غزلوں سے بھرا ہوا ہے، لیکن رسالہ کا سرورق دیکھنے سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ اس رسالہ میں صرف لکھنؤ کے شعرا یا ان کے شاگردوں کا کلام درج ہوتا تھا۔

رسالے کے ترتیب دینے والے۔ سید مہدی حسن عقیل اور یعقوب علی خاں نصرت تھے۔ مالکانہ حقوق بھی ان ہر دو حضرات کے تھے، اردو پریس میں چھپ کر راجہ کے بازار لکھنؤ سے شائع ہوا کرتا تھا، لیکن زیر تبصرہ رسالہ میں لکھنؤ والوں کے علاوہ بھی کچھ شعرا کا کلام شامل ہے۔ نغمۂ بہار کے سرورق پر قواعد "نغمۂ بہار" کے تحت اس طرح درج ہیں۔

(۱) یہ گلدستہ جس میں شعرائے لکھنؤ کا اچھا کلام درج کیا جاتا ہے ۲۰ صفحے پر انگریزی مہینے کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ پیشگی عام مشتاقوں سے ایک روپیہ۔ معزز اور عہدیداروں سے ۲ روپیہ۔ شاہزادگان، راجگان، والیان ملک و گورنمنٹ سے پانچ روپیہ مع محصول ڈاک۔

(۲) بغیر قیمت آئے پرچہ روانہ نہ کیا جائے گا، نمونہ کا پرچہ دو آنہ چھ پائی پیشگی بھیجنے پر مل سکتا ہے۔

(۳) قیمت بذریعہ منی آرڈر وغیرہ مالک نغمۂ بہار آنا چاہئے۔

(۴) خریدار اور غیر خریدار سب کا کلام منتخب کیا جائے گا۔

(۵) انتخاب کمیٹی کے ذریعہ سے انصافانہ ہوگا۔ گیارہ شعر سے زائد درج نہ ہوں گے۔ تصرف بلا اجازت نہیں کیا جائے گا۔ مگر صحت کا لحاظ رکھا جائے گا اور بے معنی شعر کسی طرح درج نہ ہوگا۔

(۶) فرمائشی غزل طرح ہو یا غیر طرح فی شعر ایک آنہ پیشگی اُجرت بھیجنے پر چھپ سکتی ہے۔

(۷) غزل علیحدہ کاغذ پر خوشخط مع نام استاد آنا چاہئے۔

یہ تھے نغمۂ بہار کے قواعد و ضوابط جن پر عمل کیا جاتا تھا لیکن تعجب ہوتا ہے کہ جب یہ قواعد رسالہ کے مقرر تھے تو پھر ان میں تبدیلی کیونکر ہوئی جب کہ اسی پرچہ میں یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ لکھنؤ کے شعرا کا منتخب کلام درج کیا جائے گا۔ غیر لکھنؤ کے شعرا کا نہیں۔ تو پھر غیر لکھنؤ والوں کا کلام اس میں کیونکر شامل کیا گیا۔

دوسری بات یہ کہ ۲۰ صفحات ہر ماہ پیش کرنے کا اعلان کیا گیا ہے لیکن اس شمارہ میں صفحات کی تعداد ٹائیٹل کے علاوہ ۲۲ ہے۔ بہرحال اس بات کو بھی مستحسن کرتے ہوئے حرف مطلب پر آتا ہوں۔

نغمۂ بہار کے اس شمارہ پر نام کی مناسبت سے سرورق پر ایک شعر بھی درج ہے۔ وہ یہ

ہر شاخ گل پہ ہے یہی نغمہ ہزار کا
آیا ہے دھوم دھام سے موسم بہار کا

ٹائیٹل کے اندرونی حصے میں اشتہارات شامل ہیں اور ان کے بعد حروف تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے شعرا کا کلام درج ہے۔ اسی ماہ کے لئے مصرع طرح یہ تھا: ع

"کیا بات ہے حضور کی نیچی نگاہ کی"

اس زمین میں جن قابل ذکر شعرا نے حصہ لیا ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:-

محمد افضل علی خاں بہادر افضل شاگرد امیر مرحوم، منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی، احقر شمس آبادی شاگرد جناب داغ دہلوی، شیخ علی حزیں فیض آبادی شاگرد جناب اسیر لکھنوی، شیخ احمد علی شوق لکھنوی، شمشاد لکھنوی، شبیر مچھلی شہری، صغیر بلگرامی وغیرہ۔

اس شمارہ میں فروری، مارچ، اپریل کے لئے مصرعہ طرح یہ دئے گئے تھے۔

فروری کے لئے: "قہر کا توڑ ترے تیر نظر رکھتے ہیں"
مارچ کے لئے: "وہ منھ پھیرنا ہائے ہنس کر کسی کا"
اپریل کے لئے: "او مرے ناز سے اینڈ اینڈ کے سونے والے"

جنوری ۱۸۸۸ء کے شمارہ کی غزلوں کے چند منتخب اشعار حاضر ہیں۔ منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کی اس شمارے میں جو غزل شامل ہے اس کے دو شعر "طرۂ امیر" مولفہ امیر احمد صاحب علوی میں بھی شامل ملتے ہیں، لیکن ایک شعر پر تبدیلی کے ساتھ ملتا ہے۔ وہ شعر نغمۂ بہار میں اس طرح لکھا ہوا ہے۔

دل کو مرے ہے پاس نزاکت تھا یار کا
تڑپا ٹھہر ٹھہر کے تو تھم تھم کے آہ کی

"طرۂ امیر" میں یہ شعر یوں ملتا ہے:-

یہ میرے دل کو پاس نزاکت ہے یار کا
تڑپا ٹھہر ٹھہر کے تو تھم تھم کے آہ کی

منشی صاحب کی پوری غزل نغمۂ بہار سے نقل کئے دیتا ہوں، ہو سکتا ہے کسی اور شعر میں بھی کوئی تبدیلی نظر آجائے۔

"غزل"

اٹھی تو اس کے دل سے مرے دل نے آہ کی
آنکھ آج پیار کی ہے تو چتون ہے چاہ کی

کس سے لڑی ہے آنکھ کہاں جا کے جاہ کی
سرکار داد دیجئے میری نگاہ کی

دل کو مرے یہ پاس نزاکت تھا یار کا
تڑپا ٹھہر ٹھہر کے تو تھم تھم کے آہ کی

ہم دل جلے گئے تو جہنم پکار اٹھا
یارب سزا ملی یہ مجھے کس گناہ کی

کیا کیا شب وصال میں گستاخیاں ہوئیں
تعزیر مجھکو دیں گے وہ کس کس گناہ کی

گذرے گی وہ نہ داور محشر کے سامنے
جس فرد پر نہ ہوگی نشانی گناہ کی

کس کی سواری آئی ہے صحرا میں اے جنوں
اٹھ اٹھ کے رقص کرتی ہے کیوں گرد راہ کی

زاہد بڑے ثواب سے محروم رہ گیا
کعبے گیا مگر نہ کسی دل میں راہ کی

ہم پر کسی نے لطف کیا یا ستم اثیر
ہم نے اسی کی شانِ کرم پر نگاہ کی

دیگر شاعروں کی غزلوں کے چند منتخب اشعار ذیل میں پیش کر رہا ہوں :-

افسر لکھنوی

افسر بتوں سے دل کو بچایا ہے اس لئے
محشر کے روز ہوگی ضرورت گواہ کی

بقا لکھنوی

کرتے نہ ہم گناہ مگر ان کے سامنے
شاید طلب نہ حشر میں ہو بے گناہ کی

بقا غازی پوری

اے بے خودیِ شوق بتادے تو ہی مجھے
یہ راہ مے کدے کی ہے یا خانقاہ کی

احمد علی شوق لکھنوی

دیکھو سنبھل کے غیر کی خوبیاں بیاں کرو
رنگت گواہ ہوتی ہے جھوٹے گواہ کی

شمشاد لکھنوی

کچھ دل کی روشنی سے پتا آج مل گیا
مدت سے تھی تلاش تری جلوہ گاہ کی

شہیر مچھلی شہری

یارب یہ جلوہ گاہ ہے کس رشک ماہ کی
چھیلی ہوئی ہے چاندنی نور نگاہ کی

سب طرح کے مزے نہیں اے شیخ خلد میں
تو ہی بتا کہاں وہاں لذت گناہ کی

صفیر بلگرامی

ساقی دعائیں مانگ تو زلفوں کو کھول کر
رندوں کو احتیاج ہے ابر سیاہ کی

نثر کا حصہ یہاں تک کہ ایڈیٹوریل وغیرہ بھی کچھ نہیں ہے میرے خیال سے یہ رسالہ صرف غزلیں ہی شایع کیا کرتا تھا۔

"مظہر العلوم" شاہجہاں پور

رسالہ "مظہر العلوم" شاہجہاں پور سے ماہانہ نکلا کرتا تھا۔ زیر تبصرہ شمارہ اپریل سنہ ۱۸۷۸ء کا ہے، فروغ ادب لائبریری کے قدیم رسائل کے ذخیرہ میں مظہر العلوم کا صرف ایک شمارہ ہی مجھ کو ملا ہے، اسی کا تعارف پیش کر رہا ہوں۔

اس رسالہ کا کون ایڈیٹر تھا اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا کیونکہ رسالہ کے ٹائیٹل سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ مسٹر زیبق ساندرس صاحب بیرسٹرایٹ لا میر مجلس انجمن اخبار شاہجہانپور کی توجہ سے یہ رسالہ ماہانہ شایع ہوا کرتا تھا۔ یہ شمارہ مظہر العلوم کا انیسواں شمارہ ہے مطبع محمدی واقع شاہ جہاں پور میں محمد اصغر علی کے اہتمام سے رسالہ چھپا کرتا تھا۔ رسالہ پر انگریزی میں بھی عبارت ہوا کرتی تھی۔ جیسے شہر کا نام۔ ڈویژن کا نام وغیرہ۔

اس رسالہ کے ٹائیٹل سے ہی پہلی بار یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگریز اس زمانے میں روہیل کھنڈ کو "روہیل کنڈ" لکھا کرتے تھے۔ رسالہ پر انگریزی میں یوں لکھا ہوا ہے (ROHILCUND)

مظہر العلوم میں صرف معلوماتی مضامین کا اندراج ہوا کرتا تھا۔ زیر تبصرہ شمارے میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں جو سب کے سب تحقیقی اور معلوماتی ہیں۔

(۱) کیمیا کا بیان۔ (۲) پانی کا بقیہ بیان۔
(۳) تمگٹ چھاپنے کی کل۔ (۴) قمر کا بقیہ بیان۔
(۵) اصوات کا بقیہ۔ (۶) نہر سوئز کا بیان۔

ان چھ مضامین میں تین مضمون اس شمارے سے پہلے شماروں کا بقیہ ہیں، اور تین مضمون اس شمارے میں نئے شامل ہیں۔ موجودہ شمارے کے مضمون مکمل نقل ہو گئے ہیں۔ ان مضامین میں سب سے طویل مضمون نہر سوئز پر شامل کیا گیا ہے جو رسالے کے صفحہ ۱۴ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۶ پر ختم ہوتا ہے۔ مظہر العلوم میں ٹائیٹل کے علاوہ ۱۴ ورق ہیں۔

یہ رسالہ کب تک نکلتا رہا اس کا مجھے کوشش کے باوجود کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ (باقی)

ضروری اعلان: براہ مہربانی خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ منیجر

بانو طاہرہ سعید

اُودا جادو!!

ریشمیں، اودے، چمک دار گُلوں کے گُچھے
یوں نظر آتے ہیں جیسے کہ کسی گیت کے بول
کسی بربط کی نواؤں سے رسیلے ٹکڑے
کسی نقاش کی رنگین نظری کے قصے
"جیکرنڈا" پہ قیامت کی بہار آئی ہے!!
پھول ہی پھول ہیں، پتوں کا کہیں نام نہیں
ہائے کیا حُسن سے بھرپور ہے یہ نظارہ!
حکمراں آج فضاؤں میں ہے اُودا جادو!!

غزلیں

ملک اسمٰعیل حسن خاں

ترے خیال کی جب دل میں جل اُٹھی قندیل
ہر ایک شے نظر آنے لگی حسین و جمیل
غموں کا ہار ہے کیوں ہر خوشی کی گردن میں
یہ راز کھل نہ سکا مجھ پہ اے خدائے جلیل
مقام منزلِ مقصود اور ہی ہے مگر
خرد کی راہ ہے اہلِ جنوں کو اک تمثیل
جواں جواں سی فضا ہے بھری بھری برسات
نہ جل اُٹھے کہیں اب اُنکی یاد کی قندیل
تڑپ کے رات پتنگوں نے جان ہی دیدی
اسی کا نام کمالِ وفا ہے اسمٰعیل

آزاد گلاٹی

کچھ آنسو، کچھ نقشِ کفِ پا اور دامن کے تار بہت
ہم جن راہوں سے گزرے ہیں چھوڑے ہیں آثار بہت
کون ہے جو دُکھیارے دل کی مشکل کو آسان کرے
پھرتے ہیں اُس آنکھ سے لے کر یاروں تک غمخوار بہت
اُلجھی سانسیں، بہکی نظریں، چھپ سکیں گی دنیا سے
میں نے مانا میرے پیار سے ہے تم کو انکار بہت
کس نے اُن کے غم کی سچائی کو سمجھا ہے اب تک
ملنے کو تو مل جاتے ہیں اِس غم کے بیمار بہت
صحنِ چمن تھا چاندنی شب تھی اور پھولوں کی صحبت تھی
چھوکر پھول شگوفوں کو یاد آئے ترے رُخسار بہت
خود ساحل نے کھینچ کے دامن ڈوبنے پر مجبور کیا
ہمیں ڈوبنے سے ورنہ کترائی تھی منجدھار بہت
اُسی غمِ الفت نے بخشی تسکیں روح کو اے آزاد
زیست نے جس کے دست پائے درد بہت آزار بہت

اشپرانگر، دتاسی اور گلکرسٹ کو خراجِ عقیدت

(بحوالہ انڈین ایکسپریس) دہلی یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام "اُردو تعلیمات کے سلسلے میں مستشرقین کی خدمات" کے موضوع پر ایک سمپوزیم میں پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صدر شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی اور ایک جرمن ڈاکٹر ولفریڈ نوئیل نے انکشاف کیا کہ اُردو کا پہلا ہفت روزہ اخبار ایک جرمن مستشرق ڈاکٹر اشپرانگر نے ۱۸۴۵ء میں جاری کیا تھا۔

مسٹر سی ڈی دیش مکھ وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی نے سمپوزیم کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ مذہبی اسباب کی بنا پر اٹھارویں اور انیسویں صدی میں جبکہ ہندوستان کا رابطہ بیرونی دنیا سے منقطع سا ہو گیا تھا اُردو ہی ایک ایسی زبان تھی جس نے ایسے دریچے کھلے رکھے جن سے بیرونی دنیا کا نظارہ بھی ہوتا رہا اور ملک کے اندر باہر کی تر و تازہ ہوا بھی داخل ہوتی رہی۔

پروفیسر فاروقی نے اپنے مقالے میں ڈاکٹر اشپرانگر کی اُردو دوستی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہ اودھ کی لائبریریوں میں ڈاکٹر موصوف کی محققانہ تلاش و جستجو سے اُن کی اُردو دوستی کا نمایاں ثبوت ملتا ہے جو قلمی نسخے وہ ہندوستان سے فراہم کر کے اپنے ساتھ لے گئے وہ بیش بہا اور بے مثال ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری میں بھی اُن میں سے بہت سے نہیں ملتے۔

جرمن ماہر ہندوستانیات ڈاکٹر نوئیلے نے اپنے مقالے میں بتایا کہ ڈاکٹر اشپرانگر ایک دوسرے عظیم مستشرق میکس ملر سے ایک اعتبار سے سبقت لے گئے۔ میکس ملر ہندوستان اور گنگا کو دیکھنے کی اپنی دلی تمنا پوری نہ کر سکے مگر ڈاکٹر اشپرانگر ہندوستان میں صرف آئے ہی نہیں بلکہ ایک عرصے تک یہاں مقیم رہ کر انھوں نے کام کیا۔ اُن کو کم و بیش ۲۵ زبانوں پر عبور تھا۔

تیسرے جرمن مستشرق ڈاکٹر ایل کیمبرر نے ہندوستانی علماء کو اپنی یونیورسٹی میں آکر ڈاکٹر اشپرانگر کے کاموں کو جانچنے کی دعوت دی۔

دو لاکھ ضرب الامثال کا ذخیرہ

ٹائمز آف انڈیا کو تاس نیوز ایجنسی کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ لینن گراڈ کے ایک شخص والی جیمس لوف پدولوڈن نے گذشتہ پچاس سال کی تلاش کے بعد روس، مشرقی یورپ، ہندوستان، انڈونیشیا، جاپان، ترکی اور فن لینڈ سے دو لاکھ ضرب الامثال کا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ یہ صاحب محکمۂ تعمیرات میں انجینیری کے عہدے پر فائز ہیں۔ ان کو بچپن سے کہاوتوں اور کہانیوں کے سننے کا شوق تھا، اور وہ اپنے سوتیلے باپ سے الاؤ کے سامنے بیٹھ کر پھیری والے اور شکاریوں کے قصے سنا کرتے تھے۔

مراسلات

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یکم جنوری کے "ہماری زبان" کے پرچے میں نئے سال کے استقبال کے ساتھ ایک نیا عہد نامہ بھی نظر سے گزرا مجھے اس عہد نامہ پر اعتراض نہیں اور اعتراض کیوں ہو جبکہ یہ عہد نامہ ہمیں توانائی اور ترقی کی منزل کی طرف لے جانے والا ہے۔ مجھے اعتراض صرف ایک جملے پر ہے، اور انتہائی افسوس اور رنج کے ساتھ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ محترم اقبال کرشن نے یہ جملہ لکھ کر انتہائی تنگ نظری کا ثبوت دیا۔ انھوں نے "حلقۂ عمل" کے عنوان کے تحت چند مفید باتیں لکھی ہیں جن پر ہم سب اردو کے حامیوں اور بہی خواہوں کو غور کرنا چاہیے اور نہ صرف غور بلکہ عمل بھی کرنا چاہیے۔ مگر ان کا یہ جملہ: "ہم کسی دوسرے سرسید احمد کو جنم دینے کا کام نہیں کریں گے" پڑھ کر میں چند باتیں کہنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔

سرسید احمد خاں اپنی دم توڑتی قوم کے صاحب عزم معمار اور ممتاز قائد تھے۔ انھوں نے اپنی شکست خوردہ قوم کو بیدار کرنے کے لیے جو کچھ کیا اس سے ایک دنیا واقف ہے اپنے ہی ساری عمر ان کی مخالفت میں سرگرم رہے مگر انھوں نے ہمیشہ رواداری اور صبر و ضبط سے کام لیا اور جو کچھ کیا اپنی قوم کو پستی سے اٹھانے کے لیے کیا۔ کیا ہمارے بیشتر قائدین نے ایسا نہیں کیا ہے؟ ہر ممتاز قائد نے اپنی قوم کو پستی سے بلندی کی طرف لے جانے کی کوشش کی، اور ان کی یہ کوشش اپنی جگہ قابل تعریف ہے۔ پھر سرسید احمد خاں ہی کیوں مطعون ٹھہرائے جائیں؟ سوال یہاں اردو اور دوسری زبانوں کی ترویج کا ہے۔ سرسید احمد خاں نے کیا کیا یہ اس کا سوال نہیں۔ اگر یہ سوال اٹھایا گیا تو پھر اور قائدین بھی اس زمرے میں آجانے چاہئیں کہ انھوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ مگر ایسے سوالات سے قومی یک جہتی کو دھکا پہنچتا ہے۔

یہاں میں سرسید احمد خاں کے ایک مکتوب کا حصہ نقل کرنا چاہتی ہوں جس سے ان کی فکر و بصیرت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ خط انھوں نے ۱۵ نومبر ۱۸۶۹ء میں راجہ جے کشن داس کو جو "سائنٹفک سوسائٹی" کے سکریٹری اور اسی نام سے جاری اردو اخبار کے مہتمم تھے، لکھا تھا۔ گورنر اور ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے اس سوسائٹی کی بڑی مدد کی تھی اس پر وہ لکھتے ہیں:-

"مائی ڈیر راجہ! اپنی سوسائٹی اور اخبار کی آزادی کو ہرگز ہاتھ سے مت جانے دینا۔ سررشتۂ تعلیم کی برائی اور بھلائی پر تمام ہندوستان کی زندگی کا دار و مدار منحصر ہے۔ نہایت غور کی اگر منصفانہ نگاہ سے اس کو دیکھتے رہنا صرف سچائی اور عوام کی بھلائی کو اپنا دوست جاننا۔"

(مکاتیب سرسید احمد خاں صفحہ ۳۶)

سرسید کے خلاف بعض حلقے یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے اور اپنی قوم کو ایسا کرنے میں کوشاں تھے مگر یہ الزام بد دیانتی پر مبنی ہے۔ ان کے مکاتیب میں جگہ جگہ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انگریزوں کا سہارا قبول کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے۔ میں یہاں ان کے ایک اور خط کا حوالہ دینا چاہتی ہوں تاکہ ان کی شخصیت اور سیرت کا کچھ اندازہ ہو سکے، اور یہ معلوم ہو کہ وہ ایسے الزامات سے کس قدر بالاتر تھے اور انھیں ہندوستان اور ہندوستانیوں سے کتنی محبت تھی۔ انھوں نے لکھا تھا:-

"ہم ہندوستانیوں کی تمام مجلسیں بے جان ہیں۔ یا تو ان میں کچھ ہوتا ہی نہیں یا کسی یورپین افسر کے ہاتھ فروخت ہوتی ہیں اور اس کے مقاصد یا رائے کی تکمیل میں بھی آلۂ کار بن جاتی ہیں۔ لوگ عام فائدے کے کاموں میں حکام کے سامنے بھی اپنا رسوخ جتاتے ہیں مگر حقیقت میں اپنی عزت کھو بیٹھتے ہیں۔"

کیا یہ چند جملے سرسید کے کردار و سیرت کو ظاہر نہیں کرتے؟ افسوس کہ اقبال کرشن نے بہت سوں کی دل آزاری کی۔ جہاں انھوں نے سرسید کا نام لینا ضروری سمجھا تھا وہیں اگر وہ اور بھی مصلح قوم کے نام لیتے تو مجھے اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی۔ مجھے امید ہے کہ اس قسم کی باتوں سے احتراز کیا جائے گا۔

اگر آپ میرا یہ مکتوب شائع کر دیں تو بہت مشکور ہوں گی۔ (نجمہ سمیع)

مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

کچھ ماہ قبل متذکرہ بالا شعر کے لیے "ہماری زبان" میں پوچھا گیا تھا لیکن ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ اس کا جواب ملا یا نہیں۔ یہ شعر مولانا فرحت اللہ شستری سے منسوب ہے۔

ایک درخواست ادارۂ ہماری زبان سے میری بھی ہے، براہ کرم آپ میرا یہ سوال چھاپ دیجیے۔

سوال

میر نظام الدین ممنون کے خاندانی حالات کیا ہیں اور سن پیدائش کیا ہے۔ ان کا دیوان طبع ہوا یا نہیں۔ اگر طبع نہیں ہوا تو غیر مطبوعہ کہاں کہاں ہے؟

(جوہر ٹونکی)

رجسٹرار جامعہ اُردو کے انتقال پُرملال پر تعزیتی جلسہ

ایجوکیشنل کلاسیز یونین ملازمین ہمدرد دواخانہ کی طرف سے ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

"قرارداد"

ایجوکیشنل کلاسیز یونین ملازمین ہمدرد (وقف) دہلی کا یہ جلسہ رجسٹرار جامعہ اردو ظہیر الدین صاحب علوی کے انتقال پُرملال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دُعا کرتا ہے کہ "خداوند تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور متعلقین کو صبر کی توفیق دے۔ آمین، ہم سب جامعہ اُردو کے رنج و غم میں برابر کے شریک ہیں اور دست بدعا ہیں کہ جامعہ اُردو اسی طرح مستقبل میں بھی اُردو زبان کی خدمت و ترقی کا ذریعہ بنا رہے۔" آمین ثم آمین۔

انجمن ترقی اُردو نیلور کی طرف سے تعزیتی جلسہ

انجمن ترقی اُردو شاخ نیلور کی طرف سے ایک تعزیتی نشست، صدر انجمن جناب عبدالرؤف بی اے کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ سکریٹری نے رجسٹرار جامعہ اُردو جناب ظہیر الدین صاحب علوی کی خدمات پر ایک مختصر سی تقریر کی اور قرارداد تعزیت کے بعد شرکائے مجلس نے عہد کیا کہ اردو کی اشاعت میں مولانا نے جس عزم و استقلال کا ثبوت دیا تھا ہم بھی اسی عزم و استقلال سے کام لیں گے، اور اردو کی ترقی کے لئے انتھک کوشش کریں گے۔

شوق بہرائچی کی وفات

انتہائی ملال کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ملک کے مشہور طنز و مزاح نگار شاعر حضرت شوق بہرائچی ۱۳ر جنوری ۱۹۶۴ء کو مسلسل علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ (سوگوار محسن زیدی)

روس کی طرف سے ایک نادر قلمی نسخے کا تحفہ

روس کے سفیر مسٹر آئی، اے بینیڈکٹوف نے مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس کے چیرمین پروفیسر ہمایوں کبیر کو ایک ایسے نادر قلمی نسخے کی کاپیاں تحفتہً پیش کیں جو ازبکستان میں ملا ہے۔ وسطی ایشیائی رسم الخط کے یہ حروف برچ کی چھال پر لکھے ہوئے ہیں۔ روس کے حروف شناس ان حرفوں کو اب بھی پہچانتے ہیں۔

نظیر اکبرآبادی کی یاد

(بحوالہ انڈین ایکسپریس) اتوار کے روز ہزاروں اردو پوش عوام نے اُردو کے شاعر نظیر اکبرآبادی کے مزار پر منعقد ہونے والے سالانہ میلے میں شرکت کی۔ کئی سیلن اور مشاعرے میں نظیر کی نظمیں پڑھ کر سنائی گئیں۔ صدارت کے فرائض آگرہ کے میئر نے انجام دئے۔

اردو ادب کے متعلق جوش ملیح آبادی کے خیالات

ڈھاکہ، ۱۰ر جنوری۔ شاعرِ انقلاب جوش ملیح آبادی نے اخباری نمایندوں سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت تمام دنیا کے ادب میں ایک بحرانی کیفیت طاری ہے، ادب کا مستقبل درخشاں نظر نہیں آ رہا ہے، انسانی جذبات میں بنیادی طور پر تبدیلی ہو رہی ہے۔ انھوں نے اردو شاعری کے متعلق کہا کہ معیاری شاعری اس وقت بھی جذبات کے چکر میں ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو ادب اب تک انسانی مسائل کو حل کرنے کی طرف توجہ نہیں دے رہا ہے جس طرح دنیا کے دوسرے جدید ادب کا رجحان ہے۔

حضرت جوش ملیح آبادی نے ایک سوال پر کہا کہ اردو زبان میں غزل کا مستقبل نہیں ہے وہ اپنے آپ مرجائے گی البتہ نظموں کے تمام اصناف باقی رہیں گے۔ غزل میں چونکہ احساسات کی کمی ہے اور زیادہ تر قافیہ پیمائی پر غزل کی شاعری مبنی ہے اور شاعر اپنے جذبات کو پیش کرنے میں اپنے احساسات کو پوری طرح پیش نہیں کر سکتا اس لئے اس کا مستقبل تاریک ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو شاعری میں نوے فی صدی غزل ہے جو ایک غیر فطری صنف ہے اور جس کے ذریعے دل اور دماغ کے احساس کو پوری طرح پیش کرنا مشکل ہے۔

انھوں نے کہا کہ آئندہ شاعری میں جذبات کو کم اور عقل کو زیادہ دخل ہوگا جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلم سازی کی ترقی کے ساتھ غزل کو فروغ حاصل نہیں ہوگا تو جواب میں کہا کہ فلم میں گیت درکار ہے جو غزل سے ایک جدا صنف کی حیثیت رکھتا ہے آزاد شاعری کے متعلق کہا کہ یہ صنف خراب نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ اب تک اسے کوئی عظیم شاعر نصیب نہیں ہوا۔ انھوں نے کہا کہ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے اس میں آزاد شاعری کی ضرورت کوئی خاص محسوس نہیں کی جاتی کیونکہ اس کا چلن انگریزی زبان اور دوسری زبانوں میں اس لئے عام ہوا کہ ان کے یہاں قافیے کی کمی ہے اور ان کے یہاں قافیہ تنگ ہے۔ مگر ہماری زبان میں قافیے کے علاوہ ہزاروں محاورے ہیں جو شاعری کی جان ہیں، اسے ہم کیوں چھوڑ دیں۔ انھوں نے بتایا کہ قافیہ بھی شاعری کی جان ہے اور اس کی وجہ سے موسیقی کا لطف بھی قائم رہتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ موجودہ سیاسی حالات ادب کے لئے صحت مند نہیں ہیں مگر ادب کی ترقی کے لئے مشکلات بھی پیدا نہیں کرتے۔ لوگ باریک باتوں کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔

جوش نے مشاعرہ کے متعلق کہا کہ مشاعرہ شاعری کی نمائندگی نہیں کرتا اس لئے کہ مشاعرے کو الفاظ کی بازی گری اور موسیقی سے بہت تعلق ہے، انھوں نے کہا کہ ادبی تحریک میں مشاعرے کو ایک ذریعۂ خیال کہا جاسکتا ہے مگر شاعر جو ایک عظیم شے ہے اس میں تحریک کے ذریعے اس کی رفتار تو تیز کیا جاسکتا ہے مگر شاعر پیدا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ شاعر میں جب تک تخلیقی قوت فطری طور پر نہ ہو وہ عمدہ شاعر نہیں ہو سکتا جرمنی صرف ایک گوئٹے پیدا کر سکا۔ انھوں نے اردو شاعری کے متعلق کہا کہ اب تک اردو غزل شہوانی خیالات کا مرکز رہی ہے مرزا غالب اور دوسرے شعراء کے کلام سے بھی اس صنف سے بیزاری کا پتہ چلتا ہے۔ حکومت پاکستان کی نگرانی میں ایک جامع اردو لغت جو تیار ہو رہی ہے اور اس بورڈ کے جوش اہم رکن ہیں، اس کے متعلق بتایا کہ اب تک الف مقصورہ ختم کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ علمی لغت کی تیاری عام لغت سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ صدر پاکستان محمد ایوب خاں سے بھی میں نے یہی کہا ہے کہ اگر آپ جامع لغت تیار کرانا چاہتے ہیں تو عجلت سے کام نہ لیں جرمنی میں اس قسم کی لغت ۱۱۰ سال میں تیار ہوئی اور انگریزی کی مشہور آکسفورڈ ڈکشنری ۷۵ سال میں تیار ہوئی۔ انھوں نے اس سلسلے میں بتایا کہ "اطار" کے معنی کی جب تلاش ہوئی تو کسی بھی عربی لغت میں یہ لفظ نہیں ملا۔ اور تین دن کی جانفشانی اور کوشش کے بعد پتہ چلا کہ انگریزی کے لفظ ALTER (آلٹر) سے "معرب" کیا گیا ہے۔

انھوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ لفظ "اندھے" اردو میں تین سو طریقے سے استعمال ہوتا ہے۔ لفظ "اللہ" کو ۲۸۰ طریقے سے ادا کیا جاتا ہے۔ لفظ "اور" ۶۰ طریقے سے۔

جوش ملیح آبادی نے کراچی روانہ ہونے سے پہلے صحافت و اخبارات کی تعریف بیان کی اور کہا کہ معیاری صحافت لوگوں کے قدم کو آگے بڑھاتی ہے اور اہل کمال کی ہمتوں کو دوبالا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

"شری نہرو کے لئے دُعائے صحت"

بنارس۔ ۱۹ر جنوری ۸ بجے شب انجمن اصلاح و ترقی ایس ایس گریٹ کی جانب سے نیشنل لائبریری میں ممبران انجمن کا ایک جلسہ آغا منظر کاشمیری کی صدارت میں پنڈت جواہرلال نہرو کی صحت وسلامتی کی دُعا کیے لئے ہوا۔

انجم قریشی اور سلیم اختر نے پنڈت نہرو کی علالت پر اظہار تشویش کرتے ہوئے ان کی زندگی کے لمحات کو ملک اور قوم کے لئے بے انتہا قیمتی بتایا۔ صدر جلسہ آغا منظر کاشمیری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک اور قوم کی فلاح و بہبودی کے لئے پنڈت نہرو کی بے انتہا ضرورت ہے اس لئے ان کی صحت و سلامتی ہمارے لئے بہت زیادہ عزیز ہے۔

اس کے بعد حاضرین جلسہ نے کھڑے ہو کر ہاتھوں کو بلند کرکے درگاہ رب العالمین سے اپنے محبوب وزیر اعظم کی صحت وسلامتی کے لئے دُعا مانگی۔

انجمن ترقی اُردو راجستھان (جے پور) کا اجلاس

۱۲ر جنوری ۱۹۶۳ء۔ آج ۲½ بجے دن مسلم مسافر خانہ جے پور میں انجمن ترقی اُردو راجستھان کا اجلاس زیر صدارت خان بہادر الحاج الطاف احمد صاحب خیری منعقد ہوا۔

دیگر امور کے علاوہ راجستھان کی مقامی شاخہائے انجمن کا بھی جائزہ لیا گیا جو مرکزی انجمن کے قاعدہ (۱) حرف "ز" کے تحت میں تھا۔ جس کا مضمون یہ ہے:-

(ز) "تین سال کے بعد جملہ شاخوں کے انتخابات ضروری ہیں۔ اگر تین سال گذر جانے کے بعد آگے تین مہینے تک انتخابات نہ ہوسکے تو شاخ ختم سمجھی جائے گی۔"

اس قاعدہ کی تعمیل کے لئے انجمن راجستھان نے اپنی ان تمام شاخوں کو نوٹس دیا کہ جن کے انتخابات کو تین سال گذر چکے تھے۔ اس کی تعمیل بہت کم شاخوں نے کی تو دوبارہ ۲/۱۱/۶۲ کو پھر مطلع کیا گیا کہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۲ء تک اپنے جدید انتخابات کرا کے مطلع کریں ورنہ شاخ کالعدم سمجھی جائے گی۔

اس کی تعمیل میں متعدد شاخوں نے انتخابات کرکے مطلع کیا۔ شاخ بیکانیر نے مقامی حالات کے پیش نظر مزید مہلت طلب کی جو دی گئی اور اب اس کے انتخابات کی تاریخ ۲۵ فروری ۱۹۶۳ء مقرر کی گئی ہے جو ریاستی انجمن کے نمائندۂ خصوصی کی نگرانی میں ہوں گے شاخ الور نے مقامی حالات کے پیش نظر دو ماہ کی مزید مہلت طلب کی جو دے دی گئی ہے۔

حسب ذیل مقامی شاخوں کا الحاق منسوخ کیا جاکر ان کو ختم کیا گیا۔ اس لئے کہ انھوں نے قاعدہ مذکور کی تعمیل نہ کی اور انجمن ہذا کے دوبار لکھنے پر بھی جواب تک نہ دیا۔

(۱) اسلام پور (۲) اودے پور (شیخاوانی) (۳) بھیم سر (۴) بھیلواڑہ (۵) پربت سر (۶) ٹوڈہ بھیم (۷) ٹونک (۸) جاباسر (۹) جھانجھوٹ (۱۰) جے پور (۱۱) جھنجھرا گوگور (۱۲) دوسہ (۱۳) دھوری (۱۴) سانگانیر (۱۵) سرباسر (۱۶) سوجت (۱۷) ضلعی شاخ جھنجھنوں (۱۸) کچاس (۱۹) شڈاوہ (۲۰) ہنڈریلہ (۲۱) کرانہ (۲۲) منوہر پور (۲۳) نرایندم (۲۴) نول گڑھ (۲۵) سیکر۔

(احترام الدین احمد شاغل۔ جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو راجستھان)

ٹراونکور ہاؤس میں لائبریری کا قیام

نئی دہلی۔ ٹراونکور ہاؤس میں ایک نئی لائبریری کھولی گئی ہے۔ تقریباً تمام ہندوستانی زبانوں میں سیکڑوں اور کتابیں یہاں اکٹھی کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ انگریزی اور روس کی کتابیں بھی فراہم ہیں۔

یہ لائبریری سہ پہر تین بجے سے آٹھ بجے شب تک روزانہ کھلی رہے گی۔

اُردو کا تحفظ اسلامی کلچر کا تحفظ ہے

اُردو سے متعلق دینی تعلیمی کانفرنس بارہ بنکی میں شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی نے خطبہ صدارت میں فرمایا۔ یہ مسلم ہے کہ اُردو ہندو مسلمانوں کی مشترک زبان ہے لیکن مسلمانوں کے لئے وہ ایک کلچر کی بھی حیثیت رکھتی ہے، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندوستان کے لئے اس کی وہی حیثیت ہے جو اسلامی ممالک کے مسلمانوں کے لئے عربی کی ہے اس لئے اس کا تحفظ اسلامی کلچر کا تحفظ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ دینی مدارس کا ذریعہ تعلیم اُردو زبان ہوگی لیکن اتنا کافی نہیں ہے، بلکہ اُردو کی تعلیم کی جانب خاص توجہ اور اہتمام کی ضرورت ہے۔

انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش کی سرگرمیوں کے نتائج

انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش کی معروضات کے سلسلے میں ڈائرکٹر تعلیمات نے سرکاری مدارس میں اُردو کے متوازی درجے کھولنے کے متعلق دو ہفتہ پیشتر تفصیلی ہدایات جاری کردی ہیں، ضلع پریشدوں کے تمام سکریٹریوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اُردو ذریعہ تعلیم کے درجے کھولنے کے سلسلے میں جب بھی کوئی درخواست موصول ہو اُس پر کیفیت لکھ کر متعلقہ تعلیمی افسران یا زنانہ مدارس کی انسپکٹروں کی وساطت سے ڈائرکٹر کے پاس بھجوادی جائے۔ زور دے کر کہا گیا ہے کہ ڈائرکٹر کے پاس اپنی تجاویز بھیجنے میں ذرا بھی تاخیر نہ کی جائے۔

ان ہدایتوں پر تعلیمی سال ۶۵-۱۹۶۴ء سے عمل درآمد ہوگا۔

تامل انسائیکلوپیڈیا

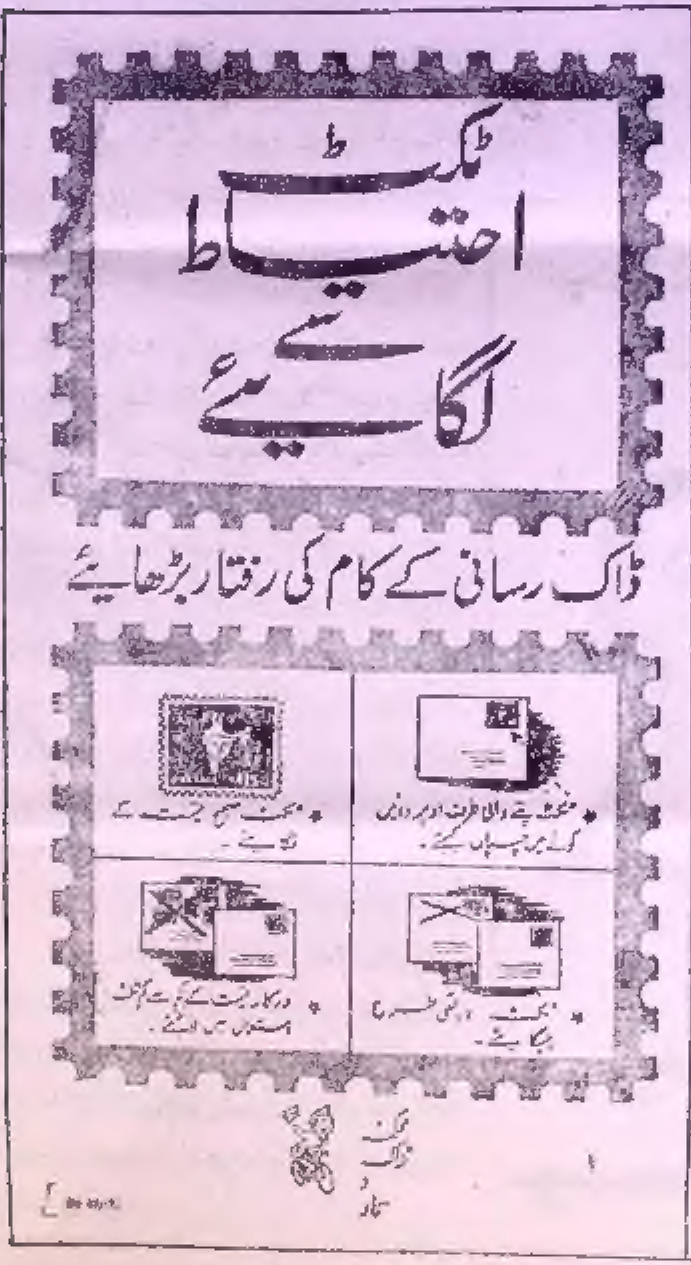
(بحوالہ انڈین اکسپریس) مدراس کی تامل اکیڈمی تامل زبان میں بچوں کے لئے ایک انسائیکلوپیڈیا شائع کررہی ہے۔ شاید مرکزی اور ریاستی حکومتیں بھی مالی امداد دینگی۔ حکومت اگر تعلیم کی ہمت افزائی کرنا چاہتی ہے تو اُسے اس قسم کی امداد ضرور فراہم کرنا چاہیئے۔ براہ راست اقدامات شک و شبہ کا باعث ہوتے ہیں۔

بچوں کے لئے کتابیں لکھنا ایک خاص فن ہے جس کی انگریزی میں کافی ترقی ہو چکی ہے مگر ہمارے ملک میں ابھی تک کوئی معتدبہ کام نہیں ہوا۔ بچوں کے لئے جو کچھ لکھا جائے وہ ان کی سمجھ اور فہم کی رسائی سے بالاتر نہ ہونا چاہیئے۔ تامل اکیڈمی کے سامنے یہ ایک اہم کام ہے اس کو اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کے لئے کامیاب تجربے کرنا چاہئیں۔

علم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور بچے زندگی سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ آج کسی کتب فروش کی دکان پر جاکر دیکھنے سے صاف معلوم ہوگا کہ بچوں کی کتابوں کو کتنی مقبولیت حاصل ہے۔ اگرچہ یہ کتابیں کسی حد تک گراں ہوتی ہیں۔ ایسی کتابیں اور کتابچے خوش نما، دلکش اور نظر فریب بھی ہوتے ہیں اگر تامل انسائیکلوپیڈیا بچوں کی ذہنی ضرورت کو پورا کرنے کے قابل ہوا تو یہ کوشش حق بجانب قرار دی جائے گی۔

بنگلور میں مشاعرہ

۱۲ر جنوری کو انجمن ذوق ادب بنگلور کے زیر اہتمام حضرت متجر صاحب کی صدارت میں ایک شاندار مشاعرہ ہوا۔ ممتاز اور سربرآوردہ شعرائے کرام نے شرکت فرماکر اپنے کلام سے سامعین کو نوازا۔ حاضرین و شعرائے کرام کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔



رجسٹرار جامعہ اُردو کے انتقال پر تعزیتی جلسے

_____ جامعہ اُردو : جناب سید ظہیر الدین صاحب علوی رجسٹرار جامعۂ اُردو کی ناگہانی وفات پر جلسۂ تعزیت ۱۲ ارجنوری کو دفتر جامعہ اُردو میں منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوا۔

مقامی ممبران جامعہ کی یہ نشست خصوصی سید ظہیر الدین علوی رجسٹرار جامعہ اُردو کی وفات پر اپنے دلی رنج والم کا اظہار کرتی ہے۔

مرحوم نے جس محنت، قابلیت اور دلسوزی سے سالہا سال جامعہ کے نوع بہ نوع ذمہ داری کے کاموں میں حصہ لیا اور اس کی نیک نامی اور افادیت کو عام اور اس کی بنیادوں کو مستحکم کیا وہ جامعہ کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔

یہ جلسہ اس امر کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ جامعہ سے متعلق فرائض کی انجام دہی کے دوران ہی میں مرحوم مرض الموت کا شکار ہوئے۔ مرحوم کے اس ایثار اور احساس فرض کا جامعہ کو ہمیشہ فخر اور شکر گذاری کے ساتھ احساس رہے گا۔

خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تعزیتی جلسے کے بعد دفتر جامعہ اُردو میں ایک روز کی تعطیل کردی گئی۔

_____ دلی یونی ورسٹی : دلی یونیورسٹی میں مستشرقین کے جلسے میں رجسٹرار جامعہ اُردو سید ظہیر الدین علوی صاحب مرحوم کے انتقال پر ایک تعزیتی تجویز بھی منظور کی گئی جسے ڈاکٹر گنگولی پرو وائس چانسلر دلی یونیورسٹی نے پیش کیا جس میں مرحوم کی خدمات اُردو کا اعتراف کیا گیا اور ایسے محسن اُردو کی وفات پر تمام حاضرین نے دو منٹ خاموش کھڑے ہو کر اظہار تعزیت کیا۔ (سکریٹری شعبۂ اُردو دلی یونیورسٹی۔ دلی)

_____ بزم اقبال آگرہ : ۱۹ ارجنوری کو سید ظہیر الدین علوی رجسٹرار جامعہ اُردو کی بے وقت موت پر اظہار غم کرنے کے لئے بزم اقبال آگرہ کا ایک جلسہ پنڈت راج ناتھ کنزرو نائب امیر جامعہ کی صدارت میں میکش اکبر آبادی کے دولت کدہ پر منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل تعزیتی تجویز پیش ہوئی اور حاضرین نے دو منٹ خاموش کھڑے ہو کر اظہار غم کیا۔

تجویز :- بزم اقبال آگرہ کا یہ جلسہ جناب سید ظہیر الدین علوی کی بے وقت موت پر انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور مرحوم کی پُر خلوص خدمات کا اعتراف کرتا ہے کہ جامعہ اُردو جو ایک ننھا سا پودا تھا علوی صاحب نے اپنے خون جگر سے سینچ کر اسے ایک سرسبز و شاداب اور تناور درخت بنا یا۔ اور ان کے لئے دعا کرتا ہے کہ خداوند رب العزت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

_____ مدرسہ اسلامیہ سہسوان : ۱۶ ارجنوری ۱۹۶۴ء کو ایک جلسۂ تعزیت جناب سید ظہیر الدین علوی صاحب رجسٹرار جامعہ اُردو کے انتقال پُر ملال پر زیر صدارت جناب میر سرور علی صاحب منعقد ہوا اور حسب ذیل قرارداد باتفاق آرا منظور ہوئی۔

ہم حاضرین جلسہ علوی صاحب مرحوم کی زرین خدمات کا تہ دل سے اعتراف کرتے ہیں جو انھوں نے اُردو کی بقا و ترقی کے لئے جامعہ اُردو کے امتحانات کی شکل میں انجام دیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان کا نام بھی بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی طرح زندۂ جاوید رہے گا اور ان کی مغفرت کے لئے دست بدعا ہیں۔ پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اس سانحۂ عظیم میں برابر کے شریک ہیں۔

_____ بزم ادب کوٹہ : آج بزم ادب کوٹہ کی جانب سے بسلسلۂ انتقال پُر ملال جناب ظہیر الدین صاحب علوی مرحوم ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ حاضرین جلسہ نے اس سانحۂ عظیم پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کیا اور مرحوم کی روح کو ایصال ثواب پہنچاتے ہوئے مندرجۂ ذیل ریزولیشن پاس کیا۔

اراکین بزم ادب کوٹہ جناب ظہیر الدین صاحب علوی کے انتقال پُر ملال پر دلی غم و رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی روح کو اپنی رحمت بے پایاں سے نوازے اور مرحوم کے پسماندگان کو اس سانحۂ عظیم پر صبر عطا فرمائے۔

_____ جے پور : آج ۱۴ ارجنوری ۱۹۶۴ء کو اخبارات کے ذریعے سید ظہیر الدین صاحب علوی رجسٹرار جامعہ اُردو علی گڑھ کے انتقال پُر ملال کی اطلاع ملتے ہی جے پور کے اُردو دوستوں کا زیر صدارت عالی جناب خان بہادر الحاج الطاف احمد صاحب خیری ایک جلسہ منعقد ہوا۔ پہلے فاتحہ خوانی کے ذریعے مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا اور دعائے مغفرت کے بعد محترم صدر صاحب نیز شائق عثمانی صاحب ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی اسکول، پروفیسر محمد علی صاحب زیدی، حضرت احمر جے پوری، محشر عباسی اور اثر عثمانی صاحب وغیرہ نے مرحوم کی خدمات جلیلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اس حادثۂ فاجعہ کو اُردو کے لیے ناقابل تلافی نقصان تصور کیا۔ نیز ساکنان جے پور کی طرف سے مرحوم کے پسماندگان کو اظہار تعزیت کے بعد اپنی دلی ہمدردی اور ان کے غم میں برابر کے شریک ہونے کا یقین دلایا جائے۔ (پرنسپل اُردو کالج جے پور)

_____ بزم ادب رتلام : ۱۴ ارجنوری ۱۹۶۴ء کو جناب محسن رتلامی کے دولتکدے پر بزم ادب رتلام کی جانب سے ایک تعزیتی جلسہ بسلسلۂ سانحۂ ارتحال جناب ظہیر الدین صاحب علوی رجسٹرار جامعہ اردو علی گڑھ منعقد ہوا جس میں علوی صاحب کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی وفات کو اُردو زبان و ادب کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ بعدہٗ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور آپ کے پسماندگان سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

_____ جودھ پور : جامعہ اُردو کے رجسٹرار جناب سید ظہیر الدین علوی کی وفات حسرت آیات پر جامعہ اُردو (علی گڑھ) جودھ پور مرکز کی انتظامیہ کمیٹی نے ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا جس میں مرحوم کے لئے ایصال ثواب کے بعد تعزیتی تجاویز منظور کی گئیں۔

رومن رسم خط کی حمایت

(بحوالہ قومی آواز) پٹیالہ ۱۸ جنوری۔ پنجاب یونی ورسٹی کے جلسۂ تقسیم اسناد کو مخاطب کرتے ہوئے پٹرولیم و کیمکلز کے وزیر پروفیسر ہمایوں کبیر نے ہندوستان کے لسانی مسئلے کا حل بتایا کہ بچے اپنی تعلیم مادری زبان میں شروع کریں جو بیشتر صورتوں میں بجز اردو کے ریاستی یا علاقائی زبان ہوگی، ۹ یا ۱۰ سال کی عمر میں انھیں ایک اور زبان پڑھانی شروع کر دی جائے اور اس کے ایک سال بعد تیسری زبان سے انھیں واقف کرایا جائے اس بات کا فیصلہ ریاستیں ہی کریں کہ اس انتظام کے تحت پہلے انگریزی پڑھائی جائے یا کوئی ہندوستانی زبان۔ بہر سال ہر صورت میں دس گیارہ سال کی عمر سے آگے ثانوی تعلیم کے ختم ہونے تک تمام بچوں کو تین زبانوں کی تعلیم دی جانی چاہیے۔

بچوں پر اتنی زبانیں سیکھنے کا بوجھ کم کرنے کے لئے انھیں سکھائے جانے والے رسم الخطوں کو کم کرنا ہوگا۔ ایک امکانی حل یہ ہو سکتا ہے کہ مادری زبان علاقائی رسم الخط میں پڑھائی جائے اور دوسری اور زبانیں رومن رسم الخط میں۔

پروفیسر کبیر نے کہا کہ وضاحت، صفائی، درستی و میکینکل استعمال کے نقطۂ نظر سے رومن رسم الخط بیشتر ہندوستانی زبانوں کے رسم الخطوں کے مقابلے میں بہتر ہے تاہم اس میں کچھ اور حروف کے اضافے کی ضرورت ہوگی تاکہ سنسکرت زبان میں ملنے والے زائد حروف تہجی کو اس میں جگہ دی جا سکے۔

انھوں نے کہا کہ اس انتظام کا فائدہ یہ ہوگا کہ ملک بھر کے بچوں کا ۳۵ تا ۴۰ فی صد حصہ دیوناگری کو اپنی مادری زبان کے رسم الخط کے طور پر استعمال کرے گا اور انگریزی و دوسری ہندوستانی زبانیں رومن رسم الخط میں سیکھیں گے۔

جن علاقوں میں ہندی مادری زبان نہیں ہے وہاں بچے اپنی زبان اپنے ہی رسم الخط میں سیکھیں گے اور نو دس سال کی عمر سے آگے وہ رومن رسم الخط کے ذریعے انگریزی و ہندی سیکھ لیں گے۔ یہ سلسلہ ثانوی تعلیم کے ختم تک جاری رہے گا۔ اس طرح بچہ سکنڈری اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد یعنی گیارہ بارہ برس تک اپنی مادری زبان اور آٹھ نو برس تک دو اور زبانیں پڑھ چکا ہوگا۔

پروفیسر کبیر نے صراحت کی کہ اس انتظام سے تمام طالبعلموں کا معیار اونچا ہو جائے گا کیونکہ انھیں ان کی مادری زبان میں تعلیم پانے کا موقع ملا ہوگا۔ ساتھ ہی ہندی کو ملک کے تمام حصوں کے درمیان تعلق پیدا کرنے والی زبان کی حیثیت سے پروان چڑھنے کا موقع ملے گا۔ دوسری طرف بیرونی دنیا سے آپس میں اعلیٰ ذہنی سطحوں پر تبادلۂ خیال کے لئے انگریزی کی لیاقت بھی حاصل ہو جائے گی۔ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہوگا کہ غیر ہندوستانی ہندی سیکھ لیں گے اور وہ دنیا کی ایک بڑی زبان بن جائے گی۔

پنجابی یونی ورسٹی کی ترقی کی ستائش کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ پنجاب کے لوگ بڑے حوصلہ مند اور توانا ہیں۔ تقسیم ہند کے لرزہ خیز حالات کے بعد سنبھل جانا انکی ذہانت مضبوطی [illegible] جرأت کی [illegible] ہے۔ چھوٹی اور اوسط پیمانے کی صنعتوں کے [illegible] ترقی کے ذریعے پنجاب نے سارے ملک کے لئے ایک مثال قائم کر دی ہے۔

پروفیسر کبیر نے توقع ظاہر کی کہ اس [illegible] یونیورسٹی سے ڈگری پانے والے نوجوان پنجاب بلکہ ہندستان کی خوش حالی میں بھی اضافہ کریں گے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ۔ پبلشر مدیر حسن، پرنٹر ظہیرالدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے شائع کیا